حکمتِ سیّد مودودیؒ

حج کے متعلق چند قرآنی لمعات

(مرتبہ مدیر)

میں نے خصوصی توجہ سے حج کے متعلق تفہیم القرآن سے بیشتر نوٹ جمع کیے ہیں، جن سے حج کے بارے میں کئی حقائق واضح ہو جاتے ہیں۔ دو چار اجزا میں نے چھوڑ دیے ہیں، بعد میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ حوالے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر)

حج و عُمرہ ایک ساتھ | عرب جاہلیت میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کرنا گناہِ عظیم ہے۔ اُن کی خود ساختہ شریعت میں عمرے کے لیے الگ سفر کرنا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ کی آیت ۱۹۶ کے مطابق) اس قید کو اڑا دیا اور باہر سے آنے والوں کے ساتھ یہ رعایت فرمائی کہ وہ ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج دونوں کر لیں، البتہ جو لوگ مکہ کے آس پاس میقاتوں کی حدود کے اندر رہتے ہوں، انہیں اس رعایت سے مستثنیٰ کر دیا، کیونکہ اُن کے لیے عمرے کا سفر الگ اور حج کا سفر الگ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ (۱)

احرام کی چند پابندیاں | احرام کی حالت میں میاں اور بیوی کے درمیان نہ صرف تعلقِ زن و شو ممنوع ہے، بلکہ ان کے درمیان کوئی ایسی گفتگو بھی نہ ہونی چاہیے جو رغبتِ شہوانی پر مبنی ہو۔

تمام معصیت کے افعال اگرچہ بجائے خود ناجائز ہیں، لیکن احرام کی حالت میں ان کا

گناہ بہت سخت ہے۔
حتیٰ کہ خادم کو ڈانٹنا تک جائز نہیں۔ ②

حج، زادِ راہ اور تقویٰ
جاہلیت کے زمانے میں حج کے لیے زادِ راہ ساتھ لے کر نکلنے کو ایک دُنیا دارانہ فعل سمجھا جاتا تھا اور ایک مذہبی آدمی سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ خدا کے گھر کی طرف دُنیا کا سامان لیے بغیر جائے گا۔ اس آیت (البقرہ-۱۹۷) میں ان کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور انہیں بتایا گیا ہے کہ زادِ راہ نہ لینا کوئی خوبی نہیں ہے۔ اصل خوبی خدا کا خوف اور اس کے احکام کی خلاف ورزی سے اجتناب اور زندگی کا پاکیزہ ہونا ہے۔ جو مسافر اپنے اخلاق درست نہیں رکھتا اور خدا سے بے خوف ہو کر بُرے اعمال کرتا ہے، وہ اگر زادِ راہ ساتھ نہ لے کر محض ظاہر میں فقیری کی نمائش کرتا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ خدا اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ ذلیل ہوگا، اور اپنے اس مذہبی کام کی بھی وہ توہین کرے گا جس کے لیے وہ سفر کر رہا ہے، لیکن اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور اس کے اخلاق درست ہوں تو خدا کے ہاں بھی اس کی عزت ہوگی اور خلق بھی اس کا احترام کرے گی، چاہے اس کا توشہ دان کھانے سے بھرا ہوا ہو۔ ③

سفرِ حج اور کسبِ معاش
یہ بھی قدیم عربوں کا ایک جاہلانہ تصور تھا کہ سفرِ حج کے دوران میں کسبِ معاش کے لیے کام کرنے کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کسبِ معاش ایک دُنیا دارانہ فعل تھا۔ اور حج جیسے ایک مذہبی کام کے دوران میں اس کا ارتکاب مذموم تھا۔ قرآن اس خیال کی تردید کرتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ ایک خدا پرست آدمی جب خدا کے قانون کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی معاش کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو دراصل اپنے رب کا فضل تلاش کرتا ہے اور کوئی گناہ نہیں، اگر وہ اپنے رب کی رضا کے لیے سفر کرتے ہوئے اس کا فضل بھی تلاش کرتا جائے۔ ④

حج میں قریش کی شانِ امتیاز
حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے زمانے میں عرب کا معروف طریقہ حج یہ تھا کہ ۹ ذوالحجہ کو مکہ سے عرفات جاتے تھے اور ۱۰ ذوالحجہ کی صبح کو وہاں سے پلٹ کر مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے، مگر بعد کے زمانے میں جب رفتہ رفتہ قریش کی برہمنیت قائم

ہو گئی تو انھوں نے کہا: ہم اہلِ حرم ہیں، ہمارے مرتبے سے یہ بات فروتر ہے کہ عام اہلِ عرب کے ساتھ عرفات تک جائیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے لیے یہ شانِ امتیاز قائم کی کہ مزدلفہ تک جا کر ہی پلٹ آتے اور عام لوگوں کو عرفات تک جانے کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ پھر یہی امتیاز بنی خزاعہ اور بنی کنانہ اور ان کے دوسرے قبیلوں کو بھی حاصل ہو گیا، جن کے ساتھ قریش کے شادی بیاہ کے رشتے تھے۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو قبیلے قریش کے حلیف تھے اُن کی شان بھی عام عربوں سے اُونچی ہو گئی اور انھوں نے بھی عرفات جانا چھوڑ دیا۔ اِسی فخر و غرور کا بُت اس آیت (البقرہ ۱۹۹) میں توڑا گیا ہے۔ آیت کا خطاب خاص قریش اور ان کے رشتہ دار اور حلیف قبائل کی طرف ہے۔ اور خطابِ عام ان سب کی طرف ہے جو آئندہ کبھی اس قسم کے امتیازات اپنے لیے مخصوص کرنا چاہیں۔ اُن کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اور سب لوگ جہاں تک جاتے ہیں انھیں کے ساتھ جاؤ، انھیں کے ساتھ ٹھیرو، انھیں کے ساتھ پلٹو اور اب تک جاہلیت کے فخر و غرور کی بنا پر سنتِ ابراہیمیؑ کی جو خلاف ورزی کرتے رہے ہو اُس پر اللہ سے معافی مانگو۔(۵)

ذکرِ آبا کے بجائے ذکرِ خدا

اہلِ عرب حج سے فارغ ہو کر جلسے کرتے تھے جن میں ہر قبیلے کے لوگ باپ دادا کے کارنامے فخر سے بیان کرتے اور اپنی بڑائی کی ڈینگیں مارتے تھے۔ اس پر فرمایا جا رہا ہے (البقرہ ۲۰۰) کہ ان جاہلانہ باتوں کو چھوڑو۔ پہلے جو وقت فضولیات میں صرف کرتے تھے اب اُسے اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں صرف کرو۔(۶)

دارالامن

فتح مکّہ کے دوسرے روز جو خطبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اُس میں آپؐ نے اعلان فرما دیا تھا کہ "لوگو! اللہ نے مکّہ کو ابتدائے آفرینش سے حرام کیا ہے اور یہ قیامت تک کے لیے اللہ کی حرمت سے حرام ہے۔ کسی شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، حلال نہیں ہے کہ یہاں کوئی خون بہائے۔" پھر آپؐ نے فرمایا کہ "اگر میری اس جنگ کو دلیل بنا کر کوئی شخص اپنے لیے یہاں خونریزی کو جائز ٹھیرائے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کے لیے اس کو جائز کیا تھا نہ کہ تمھارے لیے۔ اور میرے لیے بھی یہ صرف ایک دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ پھر آج اس کی حرمت

اسی طرح قائم ہو گئی جیسی کل تھی"۔

حرم کے باہر جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو یا کوئی اور ایسا جرم کیا ہو جس پر حد لازم آتی ہو اور پھر وہ حرم میں پناہ لے لے تو جب تک وہ وہاں رہے اُس پر ہاتھ نہ ڈالا جائے گا۔ حرم کی یہ حیثیت حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلی آتی تھی۔ اور فتح مکہ کے روز صرف ایک ساعت کے لیے اُٹھائی گئی۔ پھر ہمیشہ کے لیے قائم ہو گئی۔ قرآن کا ارشاد ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" جو اس میں داخل ہو گیا۔ امن میں آگیا"۔ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے یہ اقوال معتبر روایات میں آتے ہیں کہ ہم اپنے باپ کے قاتل کو بھی وہاں پائیں تو اُسے ہاتھ نہ لگائیں۔ اسی لیے جمہور تابعین اور حنفیہ اور حنابلہ اور اہل حدیث اس کے قائل ہیں کہ حرم کے باہر کیے ہوئے جرم کا قصاص حرم میں نہ لیا جائے گا۔

وہاں کے قدرتی درختوں کو نہیں کاٹا جا سکتا، نہ خودرَو گھاس اُکھاڑی جا سکتی ہے، نہ پرندوں اور دوسرے جانوروں کا شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ شکار کی غرض سے وہاں کسے جانور کو بھگایا جا سکتا ہے تاکہ حرم کے باہر اس کا شکار کیا جائے۔ اس سے صرف سانپ بچھو اور دوسرے جانور مستثنیٰ ہیں اور خودرَو گھاس اذخر اور خشک گھاس مستثنیٰ ہے۔

وہاں کی گری پڑی چیز اُٹھانا ممنوع ہے۔ وہاں جو شخص بھی حج یا عمرے کی نیت سے آئے وہ احرام کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ (۷) (اختلافات ساقط کر دیے۔ مرتب)

حج کے دُنیوی فوائد اس (یعنی یہ ارشاد باری تعالیٰ کہ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ) سے مُراد صرف دینی فائدے ہی نہیں بلکہ دُنیوی فائدے بھی ہیں۔ یہ اسی خانہ کعبہ اور اس کے حج کی برکت تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ڈھائی ہزار سال کی مدت میں عربوں کو ایک مرکزِ وحدت حاصل رہا جس نے ان کی عربیت کو قبائلیت میں بالکل گم ہو جانے سے بچائے رکھا۔ اسی مرکز سے وابستہ ہونے اور حج کے لیے ہر سال ملک کے تمام حصوں سے آتے رہنے کی بدولت ان کی زبان ایک رہی، تہذیب ایک رہی، ان کے اندر عرب ہونے کا احساس باقی رہا، اور ان کو خیالات، معلومات اور تمدنی طریقوں کی اشاعت کے مواقع ملتے رہے۔ پھر یہ بھی اسی حج کی برکت تھی کہ عرب کی اس

عام بدامنی میں کم از کم چار مہینے ایسے امن کے میسر آجاتے تھے جن میں ملک کے ہر حصے کا آدمی سفر کر سکتا تھا اور تجارتی قافلے بھی بخیریت گذر سکتے تھے۔ اس لیے عرب کی معاشی زندگی کے لیے بھی حج ایک رحمت تھا۔ اسلام کے بعد حج کے دینی فائدوں کے ساتھ اس کے دنیوی فائدے بھی کئی گنے زیادہ ہو گئے۔ پہلے وہ صرف عرب کے لیے رحمت تھا، اب وہ ساری دنیا کے اہل توحید کے لیے رحمت ہو گیا۔ ⑧

قربانی (سورۂ حج کی آیت ۲۸ میں) جانوروں سے مراد مویشی جانور ہیں، یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری جیسا کہ سورۂ انعام رکوع ۱۷ میں بصراحت بیان ہوا ہے۔

اُن پر اللہ کا نام لینے سے مراد، اللہ کے نام پر اور اس کا نام لے کر انہیں ذبح کرنا ہے۔ قرآن مجید میں قربانی کے لیے بالعموم "جانور پر اللہ کا نام لینے" کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کرنا ہی ہے۔ اس طرح گویا اس حقیقت پر متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کا نام لیے بغیر، یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور کو ذبح کرنا کفار و مشرکین کا طریقہ ہے۔ ⑨

احرام کھولنا مناسکِ حج سے فارغ ہو کر احرام کھول دیں (بروئے آیت سورہ حج ۲۹) حجامت کرائیں، نہائیں، دھوئیں اور وہ پابندیاں ختم کر دیں جو احرام کی حالت میں عاید ہو گئی تھیں۔ لغت میں تَفَثٌ کے اصل معنی اُس غبار اور میل کچیل کے ہیں جو سفر میں آدمی پر چڑھ جاتے ہیں، مگر حج کے سلسلے میں جب میل کچیل کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کا مطلب وہی لیا جائے گا جو اُوپر بیان ہوا ہے۔ کیونکہ حاجی جب تک مناسکِ حج اور قربانی سے فارغ نہ ہو جائے، وہ نہ بال ترشوا سکتا ہے، نہ ناخن کٹوا سکتا ہے اور نہ جسم کی دوسری صفائی کر سکتا ہے۔ ⑩

قربانی کا گوشت کس کس کو دیا جائے "تنگ دست فقیر (واطعموا البائس الفقیر) کو (قربانی کا گوشت۔مرتب) کھلانے کے متعلق جو فرمایا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غنی کو نہیں کھلایا جا سکتا۔ دوست، ہمسائے، رشتہ دار، خواہ محتاج ہوں نہ ہوں، پھر بھی انہیں قربانی کے گوشت میں سے دینا جائز ہے۔ یہ بات صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے۔ علقمہؒ کا

بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے میرے ہاتھ قربانی کے جانور بھیجے اور ہدایت فرمائی کہ یوم النحر کو انھیں ذبح کرنا، خود بھی کھانا، مساکین کو بھی دینا اور میرے بھائی کے گھر بھی بھیجنا۔ ابن عمرؓ کا بھی یہی قول ہے کہ ایک حصّہ کھاؤ، ایک حصّہ ہمسایوں کو دو اور ایک حصّہ مساکین میں تقسیم کرو۔ (۱۱)

تعظیم شعائر اللہ اور ہدی کے جانور

(شعائر اللہ سے مراد ہیں) خدا پرستی کی علامات، خواہ وہ اعمال ہوں جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ یا اشیا ہوں جیسے مسجد اور ہدی کے اونٹ وغیرہ۔

یہ احترام (شعائر اللہ کا) دل کے تقویٰ کا نتیجہ ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ آدمی کے دل میں کچھ نہ کچھ خدا کا خوف ہے، جبھی تو وہ اس کے شعائر کا احترام کر رہا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر کوئی شخص جان بوجھ کر شعائر اللہ کی ہتک کرے تو یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اس کا دل خدا کے خوف سے خالی ہو چکا ہے یا تو وہ خدا کا قائل ہی نہیں ہے، یا ہے تو اس کے مقابلے میں باغیانہ روش اختیار کرنے پر اُتر آیا ہے۔

پہلی آیت میں شعائر اللہ کے احترام کا عام حکم دینے اور اسے دل کے تقویٰ کی علامت ٹھیرانے کے بعد یہ فقرہ (لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى) ایک غلط فہمی رفع کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ شعائر اللہ میں ہدی کے جانور بھی داخل ہیں۔ جیسا کہ اہلِ عرب مانتے تھے اور قرآن خود بھی آگے چل کر کہتا ہے کہ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ۔ (اور ان ہدی کے اونٹوں کو ہم نے تمھارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے۔)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم کا جو حکم اُوپر دیا گیا ہے، کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہدی کے جانوروں کو جب بیت اللہ کی طرف لے جانے لگیں تو اُن کو کسی طرح بھی استعمال نہ کیا جائے، اُن پر سواری کرنا، یا سامان لادنا، یا اُن کے دودھ پینا تعظیم شعائر اللہ کے خلاف تو نہیں۔ عرب کے لوگوں کا یہی خیال تھا۔ چنانچہ وہ ان جانوروں کو بالکل کوتل لے جاتے تھے۔ راستے میں ان سے کسی طرح کا فائدہ اُٹھانا ان کے نزدیک گناہ تھا۔ اسی غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ قربانی کی جگہ پہنچنے تک تم ان جانوروں سے فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔

ایسا کرنا تعظیمِ شعائر کے خلاف نہیں ہے۔

یہی بات ان احادیث سے معلوم ہوتی ہے، جو اس معاملے میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔ ان میں بیان ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اُونٹ کی مہار تھامے پیدل چل رہا ہے۔ اور سخت تکلیف میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا! یہ ہدی کا اُونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ارے سوار ہو جا۔(۱۲)

(اس معاملے میں مفسرین اور فقہا کے اختلافات کا خلاصہ ساقط کر دیا گیا ہے۔ مرتب)

قربانی تمام اُمتوں میں رہی ہے

اس آیت سے (وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا ..... الخ) سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ قربانی تمام شرائع الٰہیہ کے نظام عبادت کا ایک لازمی جزو رہی ہے۔ توحید فی العبادات کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان نے جن جن صورتوں سے غیر اللہ کی بندگی کی ہے، ان سب کو غیر اللہ کے لیے ممنوع کر کے صرف اللہ کے لیے مختص کر دیا جائے۔ مثلاً انسان نے غیر اللہ کے آگے مالی نذرانے پیش کیے۔ شرائع الٰہیہ نے انہیں ممنوع کر کے زکوٰۃ وصدقہ اللہ کے لیے واجب کر دیا۔ انسان نے معبودانِ باطل کی تیرتھ یاترا کی، شرائع الٰہیہ نے کسی نہ کسی مقام کو مقدس یا بیت اللہ قرار دے کر اس کی زیارت وطواف کا حکم دے دیا۔ انسان نے غیر اللہ کے نام کے روزے رکھے ہیں، شرائع الٰہیہ نے انہیں بھی اللہ کے لیے مختص کر دیا۔ ٹھیک اسی طرح انسان اپنے خود ساختہ معبودوں کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی کرتا رہا ہے، اور شرائع الٰہیہ نے ان کو بھی غیر کے لیے قطعاً حرام اور اللہ کے لیے واجب کر دیا۔

دوسری بات اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ اصل چیز اللہ کے نام پر قربانی ہے، نہ کہ اس قاعدے کی یہ تفصیلات کہ قربانی کب کی جائے۔ اور کہاں کی جائے اور کس طرح کی جائے۔ ان تفصیلات میں مختلف زمانوں اور مختلف قوموں اور ملکوں کے انبیاء کی شریعتوں میں حالات کے لحاظ سے اختلافات رہے ہیں، مگر سب کی روح اور سب کا مقصد ایک ہی رہا ہے۔(۱۳)

قربانی کی معنویت اور اس کا عمومی وجوب

یعنی (مطالبہ ہے کہ) دل اس کی (اللہ کی) بڑائی مانو

اور عمل سے اُس کا اعلان و اظہار کرو۔ پھر یہ حکم قربانی کی غرض اور علت کی طرف اشارہ ہے۔ قربانی صرف اس لیے واجب نہیں کی گئی کہ یہ تسخیر حیوانات پر اللہ کا شکریہ ہے۔ بلکہ اس لیے بھی واجب کی گئی ہے کہ جس کے یہ جانور ہیں اور جس نے انہیں ہمارے لیے مسخر کیا ہے، اس کے مالکانہ حقوق کا ہم دل سے بھی اور عملاً بھی اعتراف کریں تاکہ ہمیں کبھی یہ مغالطہ نہ لاحق ہو جائے کہ یہ سب کچھ ہمارا اپنا مال ہے۔ اسی مضمون کو وہ فقرہ ادا کرتا ہے کہ: اللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ۔

اس مقام پر یہ جان لینا چاہیے کہ اس پیراگراف میں قربانی کا جو حکم دیا گیا ہے وہ صرف حاجیوں کے لیے ہی نہیں ہے اور صرف مکہ میں حج ہی کے موقع پر ادا کرنے کے لیے نہیں بلکہ تمام ذی استطاعت مسلمانوں کے لیے عام ہے، جہاں بھی وہ ہوں، تاکہ وہ تسخیر حیوانات کی نعمت پر شکریہ اور تکبیر کا فرض بھی ادا کریں اور ساتھ ساتھ اپنے اپنے مقامات پر حاجیوں کے شریک حال بھی ہو جائیں۔ حج کی سعادت میسر نہ آئی نہ سہی، کم از کم حج کے دنوں میں ساری دُنیا کے مسلمانوں کا وہ کام تو کر رہے ہیں جو حاجی جوارِ بیت اللہ میں کریں۔ اس مضمون کی تصریح متعدد صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے اور بکثرت معتبر روایات سے بھی ثابت ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ طیبہ کے پورے زمانہ قیام میں ہر سال بقرعید کے موقع پر قربانی کرتے رہے اور مسلمانوں میں آپ ہی کی سنت سے یہ طریقہ جاری ہوا۔[۱۲] (احادیث اور فقہ کے نکات شامل نہیں کیے گئے۔ مرتب)

حوالہ جات

۱۔ تفہیم القرآن، جلد ۱، حاشیہ نمبر ۲۱۳

۲۔	"	۱ "	" ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶
۳۔	"	۱ "	" ۲۱۷
۴۔	"	۱ "	" ۲۱۸
۵۔	"	۱ "	" ۲۲۰

۶ ــــ تفہیم القرآن ، جلد ۱ ، حاشیہ نمبر ۲۲۱

۷ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۴۴ ترتیب میں تبدیلی کی گئی ہے (مرتب)

۸ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۴۸

۹ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۴۹

۱۰ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۵۱

۱۱ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۵۰

۱۲ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۶۰ ، ۶۱ ، ۶۲

۱۳ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۶۴

۱۴ ــــ ″ ″ ″ ۳ ″ ۷۴

خوشخبری

جامعہ اشرفیہ لاہور ایک دینی ، مذہبی علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ "الحسن" کا باقاعدہ آغاز ماہ رمضان ۱۴۰۶ھ سے کر رہا ہے جس میں تفسیر ، حدیث ، جہاد اصلاح و تربیت ملفوظات و مکتوبات اکابر ۔ جدید علمی موضوعات ، تحقیقی مقالات اور ان جیسے دوسرے کئی ایک اہم مضامین بفضلہ تعالیٰ شائع ہوا کریں گے ۔

اہل علم ، قلم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے علوم سے ماہنامہ "الحسن" کی معرفت تشنگان علم کو سیراب فرمائیں ۔ خصوصاً حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کے متوسلین سے گزارش ہے کہ اگر ان کے پاس حضرت مفتی صاحبؒ کے درس قرآن ، ملفوظات ، مکتوبات ، فتاویٰ اور اصلاحی کارناموں سے متعلق کسی قسم کا مواد ہو تو آگاہ فرمائیں تاکہ اس کو افادہ عام کیلئے "الحسن" کی معرفت شائع کیا جاسکے ۔

(نوٹ) ایجنٹ حضرات اور دیگر شائقین علم و اصلاح رابطہ فرمائیں ۔

مدیر الحسن
جامعہ اشرفیہ لاہور

فون نمبر ۔۔۔۔۔۔
۳۲۵۱۱۹
۴۱۱۰۲۲
۹۲۸۹۰
۳۱۰۵۲۳
۳۲۴۵۲۳